رجسٹرڈ نمبر اے ۲۰۳۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حب وطن از ملک سلیمان خوشتر — خار وطن از سنبل و ریحان خوشتر
یوسف کہ بمصر بادشاہی می کرد — می گفت گدا بودن کنعان خوشتر

کاکوری اخبار

پانزدہ روزہ

جلد ۶ | کاکوری، دوشنبہ یکم اپریل سنہ ۴۰ء مطابق ۲۲ صفر سنہ ۱۳۵۹ھ | نمبر ۲۳

ادبیات

(از مولوی محمد راحت حسین صاحب راحت مجوزی ہیڈ ماسٹر مڈل اسکول کاکوری)

نگاہ شوق سے اوجھل رخ پر نور ہو جانا — ہمارے روز روشن کا شب دیجور ہو جانا
چمن میں بے نقاب اُن کا رخ پر نور ہو جانا — قبائے گل کا دامن رشک کوہ طور ہو جانا
وہی برق تجلی کا اثر بھرپور ہو جانا — سراپا نور مطلق بیکر منصور ہو جانا
بتوں کا اللہ اللہ اسقدر مغرور ہو جانا — تماشائے جہاں بن کر چراغ طور ہو جانا
نگاہ چشم حق بین کا تماشا ہو گیا آخر — جہاں کے ذرہ ذرہ میں ترا مستور ہو جانا
تفاوت عابد و معبود میں ورنہ اصل اتنا ہے — سرور بیخودی ہونا خودی سے دور ہو جانا
یہاں آکر کے دیدار کا جھگڑا ہوا پیدا — مناسب ہے یہیں اس قصہ کا بھی دور ہو جانا
وہ بیخود ہوں نہیں جسکی نگاہ شوق کو حاجت — تمہارا پاس آجانا تمہارا دور ہو جانا
ہزمیری سیہ بختی کا یوں عالم پہ چھا جانا — سپیدہ شام غم کی صبح کا کافور ہو جانا
ہماری گریہ گردی میں فقط یہ راز مضمر تھا — مرا تشہیر ہو جانا ترا مشہور ہو جانا
صبا کا زلف پیچاں سے تری اٹکھیلیاں کرنا — ہمارا شیشۂ دل بجلیوں سے چور ہو جانا
نصیب اللہ اکبر یہ سیہ بختوں کی قسمت کا — بتوں کا خال عارض بن کے رشک حور ہو جانا
بحمد اللہ آئی دولت ہو گیا حاصل — ترے تیر نظر کے زخم کا ناسور ہو جانا

کبھو کام آ گئی یہ آیۂ لا تقنطوا راحت
دگرنہ امر مشکل تھا ترا مغفور ہو جانا

ہر روز کام آنیوالی باتیں

کسی ٹین کے ڈبے میں کوئی کھانے کی چیز بند ہو۔ تو ڈبہ کھولنے کے بعد اسے باہر نکال لیں ورنہ خراب ہو جاوے گی۔

فلالین کو دھونے سے پہلے خوب جھاڑ لینا چاہیے۔ تاکہ گرد نکل جائے۔

جوہوں کے بلوں پر سیاہ مرچ چھڑک دیجاوے۔ تو بھاگ جاتے ہیں۔

کوٹ کا کالر میلا ہو گیا ہو۔ تو ایک کپڑے کو ایمونیا و سرکہ میں بھگو کر کالر پر ملنے سے صاف ہو جاتا ہے۔

لکڑی کی چیزوں پر پالش کرنے سے پہلے ایک کپڑا گرم پانی میں بھگو کر خوب اچھی طرح ملیں اور سوکھنے کے بعد پالش کریں تو نہایت عمدہ ہو گی۔

چینی کے ٹوٹے ہوئے برتن جوڑنا ہو۔ تو انڈے کی سفیدی میں تھوڑا سا آٹا بجھا ہوا چونا ملا کر مٹی سی بنا کر جوڑ دیں۔ سوکھ کر بالکل سخت ہو جاوے گا۔

پودوں کے گملوں میں کبھی کبھی ٹھنڈی چائے چھڑک دیا کریں تو مٹی میں کیڑے نہیں پڑینگے۔

مچھر سیاہ کپڑے پر ٹوٹ ٹوٹ کر گرتے ہیں۔ لیکن زرد کپڑے کے نزدیک نہیں آتے۔ لہذا اگر زرد کپڑا اوڑھ کر سوئیں تو مچھروں سے آرام رہیگا نیز اگر کوئی سیاہ کپڑا رنگ سے رنگ کر کسی کھونٹی پر لٹکا دیا جائے۔ تو تمام مچھر وہاں جمع ہو جائینگے اور سونیوالے کو نہیں ستائینگے۔

تام چینی کا برتن گرم ہو تو اسمیں ٹھنڈا پانی نہ ڈالنا چاہیے ورنہ اسمیں چٹخیں پڑ کر خراب ہو جائیگی۔

اگر کسی برتن کے منہ پر شیشہ کی ڈاٹ لگی ہو اور وہ جم جائے تو زور آزمائی نہ کریں۔ بلکہ ڈاٹ کے منہ پر ذرا میٹھا تیل لگا کر آگ کی گرمی پہونچائیں۔ ڈاٹ نکل جائیگی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کاکوری اخبار

جلد ۶ | کاکوری دوشنبہ یکم اپریل سنہ ۳۰ء | نمبر ۲۳

ٹاؤن ایریا الیکشن

معلوم ہوا ہے کہ گورنمنٹ نے یہ اعلان کیا ہے کہ ۱۵ لغایتہ ۳۰ اپریل سنہ ۳۰ء کے درمیان ٹاؤن ایریا کے الیکشن ہوں گے۔ ابھی تک نامزدگیوں کی تاریخ کا اعلان نہیں ہوا ہے۔ ۲۰ مارچ آخری تاریخ ووٹروں کی فہرست پر اعتراض کی مقرر ہوئی تھی جو گذر گئی۔ ہمکو اطلاع ملی ہے کہ ایک درخواست الیکشن افسر کے پاس بہت سے اُن ناموں کے فہرست ووٹران سے نکالے جانیکے متعلق گذری تھی جو ۶ ماہ قبل سے حدود ٹاؤن ایریا میں نہیں رہتے۔ لیکن سُنا گیا ہے کہ ٹاؤن فنڈ کلرک کی رپورٹ پر خارج کردی گئی اور بہت سے وہ نام جو بھرتی کے درج کرائے گئے تھے بدستور قائم رکھے گئے ہیں جو بالکل خلاف قاعدہ ہیں۔ اور جہانتک ہمکو معلوم ہوا ہے ٹاؤن فنڈ کلرک کو ترتیب فہرست کے وقت ہی ایسے ناموں کی جانب توجہ دلائی گئی تھی لیکن اُس کا لحاظ نہیں کیا گیا۔ البتہ ٹیکس دہندگان کی جو فہرست بعد کو مرتب ہو کر لٹکائی گئی اُس میں کلرک مذکور نے خاص طور پر اُس قاعدہ پر عملدرآمد کرنا ضروری سمجھا۔ اور اُن لوگوں کو جنھیں حسب قاعدہ اب اعتراض کا حق حاصل ہوا تھا اُنکی درخواست قابل توجہ نہیں سمجھی گئی۔ اس طرز عمل نے عام پبلک کو عموماً اور ٹیکس دہندگان کو خصوصاً بہت متاثر کیا ہے۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی ہے کہ اسبار ہندو اور مسلم ممبران کا الیکشن بھی مخلوط ووٹوں سے ہوگا جو کم سے کم کاکوری ٹاؤن ایریا کیلئے نئی مثال ہے۔ کیونکہ گذشتہ انتخابات جو سنہ ۱۹۲۳ء میں ہوئے تھے وہ ممبروں کیلئے مخلوط نہ تھے۔ صرف چیرمین کا انتخاب ہندو مسلم ووٹوں سے ہوا تھا۔ معلوم نہیں اسبار یہ نئی بات کیوں ہے۔

ہمکو نہیں معلوم کہ کون کون حضرات انتخابات میں حصہ لینے کیلئے تیار ہوئے ہیں اور اپنی اپنی نامزدگیاں کرائیں گے۔ البتہ یہ سُنا جاتا ہے کہ ہندو ممبروں نے اپنے طور پر اُمیدوار چن لیے ہیں اور اُنھیں لوگوں کی نامزدگیاں ہونگی لیکن مسلمانوں کے متعلق اس وقت تک کوئی اطلاع نہیں ملی ہے۔ کاکوری اخبار کی یکم و ۱۶ جنوری سنہ ۳۰ء کی اشاعتوں میں ہمنے اپنے اہل وطن ہندو و مسلمانوں کو باہمی طور پر اُمیدواروں کے متعلق طے کرلینے کی جانب جو توجہ دلائی تھی اُس کا اثر ہندو برادری نے خاصا لیا اور اپنے یہاں طے کرلیا لیکن مسلمانوں میں افسوس ہے کہ بعض مخلصین کی جد وجہد اور دوادوش کے باوجود بعض ہنگامہ پسند طبائع کی وجہ سے طے نہ ہو سکا اور اسکو معمولی بات سمجھ کر ٹالدیا گیا جسکے نتائج بہت افسوسناک ہونگے۔ ابھی وقت ہے اور جلد مسلم اُمیدواران کو بھی یکسوئی حاصل کرلینا چاہیے ورنہ بڑی ناگوار صورتیں پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ اور مسلمانوں کی جو ہنسی ہوگی وہ مدتوں مخلصان وطن کو بار آکر رلاتی رہے گی۔

اگر کسی وجہ سے اب بھی مسلم ووٹران اپنے نمائندوں کے متعلق کچھ طے نہ کرسکیں تو اب مذکورہ الصدر حالات، واقعات اور بے ضابطگیوں کی بنا پر سابق ممبران کو اپنی نامزدگیاں نہیں کرانا چاہیے۔ اور نئے ممبروں کیلیے جگہیں خالی کردیں تاکہ الیکشن لڑنے کی نوبت نہ آئے اور ہندو ممبران کی طرح مسلم نمائندے بھی بلا مقابلہ منتخب ہوجائیں۔ اور اس طرح پر نہ اُمیدواروں کی زیر باری ہوگی اور نہ ٹاؤن ایریا فنڈ پر مزید مصارف کا بار پڑے گا۔ اور جگ ہنسائی سے بھی محفوظ رہیں گے بلکہ اُن کا یہ ایثار قابل داد سمجھا جائے گا۔

ہم آخر میں پھر مسلم باشندگان کاکوری سے پر زور الفاظ میں اپیل کرتے ہیں کہ وہ ہندو نمائندوں کی طرح اپنے تین نمائندوں کی نامزدگیاں داخل کرائیں تاکہ مسلم اُمیدوار بھی ہندو اُمیدواروں کی طرح بلا مقابلہ منتخب ہوجائیں اور کوئی کشمکش انتخاب کی نہ پیدا ہو۔

نقوش

گورنمنٹ کا عطیہ:- اطلاع ملی ہے کہ گورنمنٹ کے محکمۂ گرام سدھار نے ایک سٹ ریڈیو کا قصبۂ کاکوری کی عام پبلک کے فائدہ کیلئے دیا ہے

اور جس کا جناب منشی احتشام علی صاحب کی کوٹھی میں لگایا جانا معلوم ہوا ہے۔ ہماری رائے میں کسی ایسے مقام پر ریڈیو کو لگانا چاہیے کہ جہاں کسی طبقہ و گروہ اور پارٹی کے شخص کو جانے میں تامل نہو اور نہ کسی قسم کے تصادم کا اندیشہ ہو سکے۔ اور زیادہ سے زیادہ لوگ اُس سے فائدہ اُٹھا سکیں۔ ہم نے یہ بھی خبر سنا ہے کہ حکام ضلع کو پبلک کے دستخط سے بذریعہ درخواست بھی توجہ دلائی گئی ہے۔ ہمکو یہ علم نہیں کہ اُس درخواست میں کسی خاص جگہ کا تعین بھی کیا گیا ہے یا نہیں۔ ڈاکخانہ یا اسپتال، جو پبلک انسٹیٹیوشن ہیں یہاں اسکو لگایا جانا چاہیے تھا اگر کسی وجہ سے ایسا ممکن نہو تو ہماری رائے میں موجودہ دارالامکان جو صدری سڑک اور قصبہ کے تقریباً وسط میں ہے اور کھلی و کشادہ جگہ بھی ہے کرا یہ پر ٹاؤن ایریا کا دفتر اور گرام سدھار کی لائبریری جو ایک کمرے میں بڑی ہوئی ہے اور جس کا علم عام پبلک کو ہے منتقل کر دی جائے اس میں چیرمین اور ممبران ٹاؤن ایریا کو بھی پوری دلچسپی کا اظہار ہی نہیں بلکہ کوشش کرنا چاہیے اور پبلک رائے کا لحاظ کرتے ہوئے پوری امداد دینا اپنا فرض سمجھنا چاہیے۔

ٹاؤن ایریا کے لیے جو مکان کرایہ پر سال گذشتہ لیا گیا ہے وہ بالکل بیکار اور تکلیف دہ ہے۔ موجودہ دارالامکان اتنا وسیع ہے کہ ہماری تمام ضروریات اُس سے پوری ہو سکتی ہیں۔ یہ بھی سُنا گیا ہے کہ گورنمنٹ نے گرام سدھار کے محکمے سے سات آٹھ روپیہ کی ایک رقم ماہوار لائبریری کی امداد کے نام سے دینا تجویز کی ہے ہماری رائے میں وہی رقم بشمول ٹاؤن ایریا کی رقم کے کرایہ مکان اور چپراسی کی تنخواہ میں صرف کی جانا زیادہ مناسب ہوگا۔ ہمارے پاس بھی بہت سے لوگ آئے اور ریڈیو کو کسی پبلک مقام پر لگائے جانے کے متعلق کہا۔ چنانچہ ہم نے اپنی رائے اور تجویز اُن سے بیان کر دی جس کو سب نے بخوشی پسند کیا۔ ہم افسران ضلع اور محکمہ گرام سدھار کے کارکنان سے درخواست کریں گے کہ وہ ہماری تجاویز پر کافی غور کے بعد پبلک جذبات کا لحاظ فرماتے ہوئے گورنمنٹ کے عطیہ سے پبلک کو فائدہ حاصل کرنے کا موقع دیں گے۔

مغلوں کے عہد حکومت کے چند واقعات

نہ اب مغل ہیں اور نہ مغلوں کی حکومت۔ لیکن مغلوں کی حکومت کے واقعات آج بھی تاریخ دہرا رہی ہے۔ ان واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ مغلوں نے ہندوستان میں کس قدر تدبّر اور دانشمندی کے ساتھ حکومت کی ہے۔ مغلوں کی عہد حکومت کے چند واقعات ہم تاریخ سے درج کرتے ہیں جن سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ مغلوں کی حکومت کس درجہ حکمرانی کے بلند اصولوں پر قائم تھی۔

ابراہیم لودی کو پانی پت کے میدان میں شکست دینے کے بعد جب بابر دہلی کی طرف بڑھا تو دہلی کے باشندوں کو خوف ہوا کہ دہلی میں بھی پانی پت کے میدان کی طرح قتل و خون کا طوفان برپا ہوگا۔ لیکن بابر نہایت پُرامن طریقہ پر دہلی میں داخل ہوا۔ اور اُس نے دہلی میں اپنی شہنشاہیت کا اعلان کرتے ہوئے کہا:۔

"اے ہندوستان کے باشندو! خدا نے مجھکو تمہارا بادشاہ بنادیا ہے۔ میں تمکو بتانا چاہتا ہوں کہ میں تم پر حکومت کرنے کے لیے نہیں آیا ہوں۔ بلکہ تمہاری خدمت کے لیے میں نے تمہارا ملک فتح کیا ہے۔ باغیوں کو ضرور سزا دیجائیگی۔ لیکن پُرامن لوگوں سے میں یا میرا آدمی کچھ نہ کہے گا۔ میری حکومت میں جملہ مذاہب اور اقوام کے ساتھ یکساں سلوک ہوگا۔"

اس تقریر کے بعد بابر فوراً آگرہ چلا گیا۔ بابر کو اگرچہ حکمرانی کے جوہر دکھلانے کا زیادہ موقع نہیں ملا۔ لیکن پھر بھی اُس نے ہندوستان میں اپنے قول کے مطابق نہایت رواداری کے ساتھ حکومت کی۔ اُس نے ہندوؤں کے لیے مندر تعمیر کرائے اور مسلمانوں کے ساتھ برادرانہ سلوک کیا۔

اکبر کی حکومت تو رواداری کے معاملہ میں تمام مغل بادشاہوں سے بازی لے گئی۔ ہندوؤں کے ساتھ اس کی رواداری اس حد بڑھ گئی تھی کہ وہ خود ہندو رسم و رواج میں رنگ گیا۔ اس نے اپنی اور اپنی اولاد کی ہندو عورتوں کیساتھ شادیاں کیں۔ اور شادی کے بعد بھی کبھی ان کو تبدیل مذہب کے لیے نہیں کہا۔ چنانچہ مغلیہ حرم میں

جو ہندو رانیاں رہتی تھیں وہ اپنے عقائد کے مطابق پوجا پاٹ کرتی تھیں۔ اکبر کہا کرتا تھا کہ دنیا کے تمام مذاہب سچے ہیں۔ سب کا مقصد ایک ہی ہے۔ صرف طریق عبادت جُدا ہے۔

وہ خود بھی کبھی کبھی اپنی رانیوں کیساتھ پوجا پاٹ میں حصّہ لیتا تھا۔ اور جب وہ پوجا کرتا تھا۔ تو اُسکے چہرہ سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ وہ ایک نہایت ہی عقیدتمند ہندو ہے۔ اُس کی یہ روش مسلمانوں میں سخت ناپسند کیجاتی تھی۔ چنانچہ علما کے نزدیک وہ کافر تھا۔ لیکن کسی عالم کو اتنی جرأت نہ ہوئی کہ وہ علانیہ اکبر پر کفر کا فتویٰ لگاتا۔ بلکہ بعض علما نے اُسے ایک نئے مذہب کے بنانے کی ترغیب دی جس کا نام اُس نے دین الٰہی رکھا تھا۔

اکبر بڑا ہی منصف مزاج تھا۔ وہ انصاف کے مقابلہ میں قرابت داروں اور دوستوں کا ذرّہ برابر بھی لحاظ نہ کرتا تھا۔ اکبر کے انصاف کا ایک واقعہ مشہور ہے کہ اکبر کے دودھ شریک بھائی مرزا عزیز کا دیوان کچھ روپیہ کھا گیا۔ جب مرزا کو اس کی اطلاع ہوئی تو مرزا کو بیحد ناگواری ہوئی۔ مرزا نے اس خائن دیوان کو اپنے غلام طالب کے سپرد کر دیا۔ طالب پہلے ہی سے اس دیوان سے جلا ہوا تھا۔ اُس نے دیوان کو باندھ کر لٹکا دیا اور لٹکانے کے بعد اچھی طرح سے اُسے زدوکوب کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دیوان مرگیا۔

دیوان کا باپ شہنشاہ کے دربار میں روتا ہوا آیا۔ اکبر نے فوراً تحقیقات شروع کر دی اور مرزا عزیز کو جو اس زمانہ میں پنجاب کے صوبہ دار کا درجہ رکھتے تھے۔ اور خان اعظم کے خطاب سے سرفراز تھے بلوایا۔ ان کا مقدمہ باقاعدہ اکبر کی زیرنگرانی قاضی کی عدالت میں پیش ہوا۔ خان اعظم نے ہر چند کوشش کی کہ یہ بلا غلام پر ٹلجائے۔ لیکن اکبر نے تعلقات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے خان اعظم کو سخت سے سخت سزا دی۔

جہانگیر کے طور طریقے بھی اکبر سے بہت زیادہ ملتے ہوئے تھے۔ فرق صرف اتنا تھا کہ اکبر ایک سپاہی تھا اور جہانگیر ایک آرام طلب حکمران لیکن عدل و انصاف میں وہ بھی کسی صورت سے اپنے باپ سے پیچھے نہ تھا۔

جہانگیر کے دورِ حکومت کا ایک واقعہ ہے کہ سنہ ۱۶۰۹ء میں جہانگیر بنارس گیا۔ اور وہاں قیمتی خیموں میں کھلے میدانوں میں قیام کیا۔ رات کا وقت تھا۔ کہ یکایک جہانگیر کے کان میں ایک عورت کے چیخنے کی آواز آئی۔ جہانگیر خیمہ سے باہر نکل آیا۔ دیکھا کہ چند سپاہی ایک عورت کو کھینچے ہوئے لیے جا رہے ہیں۔ جہانگیر فوراً اُن کے سر پر پہونچ گیا۔ اور اُس نے پوچھا کہ کیا معاملہ ہے۔ سپاہیوں نے جواب دیا کہ یہ عورت آپ کے خیمہ میں جانے کے لیے ضد کر رہی تھی۔ ہم اس خیال سے اسے خیمہ کے قریب سے ہٹا کر لے آئے کہ آپ کی آنکھ نہ کھل جائے۔

عورت نے کہنا شروع کیا کہ میں مظلوم ہوں۔ کوتوال نے زبردستی میری آبروریزی کی ہے۔ میں فریاد کے لیے آئی ہوں۔ جہانگیر نے دوسرے روز خود اس معاملہ کی تحقیقات کی اور کوتوال کو معزول کر کے قیدخانہ میں ڈالدیا اور اُس غریب عورت کا وظیفہ مقرر کر دیا۔

ایک دو نہیں اس قسم کے سینکڑوں واقعات سے تاریخ بھری پڑی ہے۔ اور تاریخ کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ مغلوں نے ہندوستان میں ہندوستانی بن کر حکومت کی ہے۔ اُنھوں نے مذہب اور ملّت سے کوئی سروکار نہیں رکھا۔ چنانچہ ان کی حکومت ہندوستان کی جملہ اقوام میں اس قدر مقبول اور محبوب تھی۔ کہ آج بھی ان کی تہذیب کی جھلک کہیں نہ کہیں ہندوستان میں نظر آجاتی ہے۔

لیکن آج نہ مغل بادشاہ ہیں نہ ان کا انصاف بس ایک تاریخ باقی ہے۔ جو ان کی داستان دہرا رہی ہے۔ اور دہراتی رہے گی۔ اور ان کی بنائی ہوئی چند شکستہ عمارتیں ہیں جو دنیا والوں کے لیئے درس عبرت بنی ہوئی ہیں۔ بہرحال مغلوں کا دورِ حکومت ہندوستانیوں کے لیے بہترین دورِ حکومت تھا۔ اور اس کی خوبیوں کے آج وہ بھی معترف ہیں جنکو مخالف کہا جاتا ہے۔ (اقتباس)

سماج کی بھینٹ

(از قادری احمد محسن علوی مجیبی تنا شاہی)

بسلسلہ گزشتہ

پڑھتے ہی ہنٹل باؤ کے چلنے کی آواز سے بیدار ہو کر میں بھی پلنگ

پڑے اُٹھی۔ بالاخانہ کے نیچے گئی باورچی خانہ کو صاف کیا لکڑیاں کھول دیں۔ چولھا جلایا اور نعمت خانہ میں سے ضروری سامان لے کر ناشتہ تیار کیا ہی تھا کہ اتنے میں چھیل بابو اپنے کارندے کے ہمراہ گھر میں داخل ہوئے اور مجھ سے مخاطب ہو کر یوں کہنے لگے۔

"سرلا۔ کہو رات کیسی کٹی۔ تمہاری طبیعت تو اچھی ہے؟ رات کو نیند آئی تھی؟" قبل اس کے کہ میں جواب دے سکوں چھیل بابو نے ناشتہ شروع کر دیا اور کارندہ بھی آگے بڑھ کر شریک ہو گیا اور مجھ سے مخاطب ہوا۔ "گھر خالی خالی اچھا نہیں معلوم ہوتا تھا۔ سرکار کو ایک بھلی کی ضرورت بھی تھی۔ آپ کا آنا مبارک ہو—"

چھیل بابو کو غالباً چائے بہت پسند آئی تیسری پیالی ختم کرنے کے بعد کارندہ کو کھیت پر کسی کام کے لیے روانہ کر دیا اور خود سگار جلا کر میری طرف گھور کر دیکھا اور کہا۔

"سرلا۔ مجھے تم سے کچھ کہنا ہے۔ اِدھر آؤ۔ میری آرزو ہے کہ یہ گھر آباد رہے اور تم خوشی و خرمی کے ساتھ اپنی زندگی بسر کرو۔ معمولی گھریلو کام کے سوا کوئی دوسرا کام تم کو نہیں کرنا پڑے گا۔ گھر کی حالت سے گھبراؤ مت۔ جس حال میں ہے رہنے دینا۔ تم سے قبل کملا سے اسقدر محبت کی تھی سب لاحاصل۔ علاوہ بریں مجھکو آرائش وغیرہ سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ تم اطمینان سے کھاؤ پیو۔ غلّہ کی کوئی کمی نہیں ہے۔ اس وقت اکیلی ہو۔ چند دنوں کے بعد تمہاری اماں بھی آجائیگی۔ تب یہ شکایت بھی رفع ہو جائیگی۔ میں کچھ اور نہیں چاہتا۔ صرف یہ کہ میری عزت اور ناموس کی حفاظت تم پر لازم ہے اور یہ بات صاف صاف کہہ دینا چاہتا ہوں کہ میں تم سے اولاد کا طالب نہیں ہوں کیونکہ میں اپنی نسل خراب کرنیکے لیے تیار نہیں ہوں—"

یہ کہہ کر چھیل بابو کام کاج میں مصروف ہو گئے۔ میں نے اُن کی ممانعت کے باوجود مکان کی حالت بدل دی اور بالاخانہ کی درستی میں تمام دن گذار دیا۔ حسب معمول چھیل بابو بہت دیر کو رات گئے کھیت سے لوٹے۔ کھانا کھایا اور تھوڑی دیر کے بعد آج میرے کمرے میں سو گئے—!!

زمانہ گزرتے دیر نہیں لگتی۔ شادی ہوئی۔ میں سسرال آئی۔ گھر کی مالک بن گئی۔ ماں بھی تنہائی دور کرنے کے لیے میرے ہمراہ رہنے لگیں۔ بظاہر زندگی درست ہو گئی۔ لیکن مجھے حقیقی مسرت نصیب نہ تھی کیونکہ چھیل بابو نے کسی روز محبت سے بات تک نہ کی تھی۔ حتیٰ کہ مخصوص اوقات میں بھی وہ اس کا موقعہ نہ دیتے تھے کہ میں تبادلہ خیال کے ذریعہ اُن کی قلبی گہرائی کا جائزہ لے سکوں۔ میں میٹھی بات اور محبت بھری نگاہ کو ترستی تھی لیکن شاید قدرت نے جرائم پیشہ طبقہ کے افراد کو اس پیدائشی حق سے بھی محروم کر دیا تھا—"

حالات روز بروز بدتر ہوتے جا رہے تھے میری ماں کی ضعیفی بڑھ رہی تھی کہ والد کے انتقال کی خبر جیلخانہ سے آئی یہ صدمہ اس قدر زبردست تھا کہ تیسرے ہی روز والدہ نے بھی سفر آخرت کی راہ لی اور اب میں بالکل یکہ و تنہا رہ گئی۔ چھیل بابو کو مجھ پر ترس آیا اور والدہ کی ہم عمر سہیلی رادھا کو میرے تنہائی کے لیے ملازم رکھ لیا وہ ہمیشہ میری خبر گیری کرنے میں مصروف رہتی۔ چھیل بابو اپنے کام کاج میں اسقدر لگے رہتے کہ مجھے بجز چند گھنٹوں کے اُنکی صورت بھی نظر آنا محال تھی—!

لیکن مجھکو حرارت رہنے لگی اور صحت روز بروز گرتی گئی یہانتک کہ سخت انفلوئنزا ہو گیا۔ رادھا لیڈی ڈاکٹر کو بلا کر لائی اس نے تشخیص کے بعد چھیل بابو کو یہ مشورہ دیا کہ میری صحت کی نگہداشت زیادہ کی جائے اور اس راز کو بھی فاش کر دیا جس کو پچھلے تین ماہ سے میں اپنی حد تک چھپائے ہوئے تھی—!

چھیل بابو نے پوری حفاظتی تدابیر اختیار کرنے کی ہدایتیں رادھا کو دے دیں لیکن وہ اب زیادہ کھنچنے لگے اور رفتہ رفتہ چار ماہ کے بعد تو مکان میں سونے کے لیے آنا بھی بند کر دیا۔ بات چیت یوں ہی کم ہوتی تھی۔ اب اُس کو بھی ترس گئی۔ میری صحت روز بروز اور زیادہ خراب ہوتی گئی اور آخر کار وہ دن بھی آگیا جب چھیل بابو ایک بجوے بجائے بچہ کے باپ بن گئے—!

میرا بچہ بڑھتے بڑھتے سال بھر کا ہو چکا تھا اور میں اس بات کی اُمید کرتی تھی کہ ایک نہ ایک روز چھیل بابو کو بچہ سے محبت پیدا ہو ہی جائیگی۔ لیکن انھوں نے ابتک ایک وقت بھی اُس کی طرف نگاہ نہ اٹھائی تھی۔ اُن کو بچے کے ساتھ ساتھ مجھ سے اور

گھرستی سے بھی نفرت ہو گئی تھی۔ میں صبح شام بچہ کے ساتھ دل بہلانے میں مصروف رہتی تھی اور اسی طرح زندگی کے دن کاٹ رہی تھی۔

ایک روز صبح کا وقت تھا ناشتہ کرنے کے بعد چنبل بابو کھیت جا چکے تھے۔ میرا بچہ پلنگ پر ایک کھلونا کھیل رہا تھا اور میں پاس بیٹھی ہوئی اُس کی قمیص سی رہی تھی۔ کہ چنبل بابو خلاف توقع گھر میں داخل ہوئے اور یہ کہہ گئے کہ آدھے گھنٹہ کے اندر کھانا تیار ہونا ہے کیونکہ وہ کہیں باہر جانے والے تھے —

میں کھیلتے بچہ کو چھوڑ کر باورچی خانہ گئی اور کھانا تیار کر کے چنبل بابو کو کھانا کھلانے میں مصروف تھی کہ بچے کے چیخنے اور چلانے کی آواز آئی۔ میں نے کوئی پرواہ نہ کی۔ کھانا کھلا کر چنبل بابو کو رخصت کر دیا اور تب خود بالاخانہ پر بچہ کے پاس پہونچی تو دیکھا کہ میرا لال فرش پر گرا ہوا لہولہان بیہوش پڑا ہے اور میری قینچی کی نوک اُس کے پیٹ میں بھونکی ہوئی تھی۔ میں نے بلبلا کر بچے کو گود میں اُٹھایا۔ زخم کو دھویا لیکن خون کسی طرح نہ رکا۔ بچہ کا رنگ زرد ہونے لگا۔ میں نے فوراً رادھا کے ذریعہ لیڈی ڈاکٹر کو بلایا تو اس نے مایوس کن جواب دیکر یہ کہا کہ اس کا خون سب ضایع ہو چکا ہے اس کو انجکشن کے ذریعہ خون پہونچانا پڑے گا۔ وہ یہاں ممکن نہیں ہے پٹنہ اسپتال چلنا پڑے گا۔ —— چنانچہ دواخانہ جانے کی تیاری کرنے رادھا میں اور لیڈی ڈاکٹر ایک گاڑی میں سوار ہو کر قصبہ کی جانب روانہ ہوئے اور دو گھنٹہ کے بعد اسپتال پہونچے۔ سول سرجن نے بچہ کو دیکھا تو اس نے بھی انسانی خون طلب کیا۔ میں نے اپنا خون پیش کیا۔ لیکن تجربہ کرنے کے بعد وہ خون ناقص ثابت ہوا۔ تب رادھا نے اپنا خون پیش کیا مگر وہ بھی بیکار —— وقت گزر رہا تھا۔ میرے بچہ کی جان لبوں پر تھی۔ کوئی شخص اپنا خون دینے کے لیے تیار نہ تھا۔ لیکن ڈاکٹر کا پتھر سا کلیجہ تڑپتے ہوئے بچہ کو دیکھ کر نہ پسیج سکا کہ کسی طرح بچہ کی جان بچا سکے۔ میں مایوسی میں بدحواس تھی اور بچہ کی زندگی سے ناامید ہو کر زنانہ کمرے میں چلی گئی تھی کہ کسی نے ڈاکٹر کو اپنا خون پیش کیا۔ وہ خون ڈاکٹر نے مفید سمجھ کر منظور کر لیا۔ چار پچکاریاں بھر کر خون بچہ کے جسم کے اندر داخل ہوا اور تھوڑی دیر کے بعد زنانخانہ میں روتا ہوا بچہ مجھکو واپس کر دیا گیا لیکن قبل اس کے کہ میں بچہ کو گاڑی میں بٹھا سکوں رادھا دوڑتی ہوئی آئی اور اس نے چنبل بابو کی آمد۔ خون کی پیش کشی اور مردانہ وارڈ میں بیہوشی اور حالت کی خرابی کی خبر وحشت اثر سنائی جب تک کہ مردانے حصہ میں پہونچوں پہونچوں چنبل بابو کی روح پرواز کر چکی تھی —— !

چنبل بابو کی اچانک موت نے رہے سہے حواس بالکل ہی باختہ کر دیئے تھے۔ بچہ سے غفلت ہوئی تو گاؤں پہونچتے پہونچتے اُس کی نبضیں بھی چھوٹ چکی تھیں باپ بیٹے دونوں ایک ساتھ خاک میں ملا دیئے گئے۔ اور میں بے آسرا و بے یار و مددگار چنبل بابو کے سوگ میں زندگی گذار رہی تھی کہ اس سے بھی زیادہ سخت مصائب دیکھنے کا موقعہ آ گیا۔ چنبل بابو کی وفات کے بعد اُن کے عزیز و اقربا میں جائداد کے لیے جھگڑا ہوا اور سرکار نے اُن کے حق میں فیصلہ صادر کر کے مجھے اس واسطے بے دخل کر دیا کہ میری شادی کا کوئی ثبوت نہ تھا اور کسی شخص نے اس کی گواہی بھی نہ دی کہ میرا اُن کا باقاعدہ نکاح ہو گیا تھا۔ چنانچہ وہاں سے نکل کر میں اپنے آبائی گھر کی طرف متوجہ ہوئی تو وہ بھی والدہ نے اپنی زندگی میں چنبل بابو کے ہاتھ فروخت کر دیئے تھے اب لاوارث اور بے وسیلہ ہو کر در بدر کی خاک چھانتی پھرتی ہوں اور کوئی دو کوڑی کو بھی نہیں پوچھتا ہے۔ کسی سے کہتی ہوں کہ میں بچوں کو پڑھا سکتی ہوں تو لوگ کہتے ہیں کہ پگلی ہے۔ یونہی بھٹکی پھرتی ہے۔ اس طرح سے برسوں گذر چکے ہیں اور میری دستگیری کرنے والا زمین و آسمان میں کوئی نہیں ہے۔ بچپن یوں گذرا کہ سماج نے ذلیل و خوار سمجھ کر نفرت میں گرا دیا۔ جوانی عزیزاں کی محبت اور خدمت کے حق میں قربان کر دی اور بڑھاپے میں سماج نے دھتکار بتائی کہ تو نیچ ذات اس قابل نہیں کہ کسی شریف گھرانہ میں قدم رکھ سکے۔ یہ ہے میری رام کہانی جو شاید آخری مرتبہ اس قدر مکمل طور پر تم کو سنائی گئی — !!

اس درد بھری کہانی کو سن کر میں نے اس ضعیفہ کو اپنے

پاس ہی رکھ لیا اور اس کہانی کو من وعن چند الفاظ کے رد و بدل کے بعد کاکوری اخبار میں طباعت کے لیے روانہ کر رہا ہوں. تاکہ خود رائے والدین اس کی زندگی سے درس عبرت لیں۔

(بقیہ مضمون صفحہ ۵ کالم ۲ ملاحظہ ہو)

خلف اکبر منشی یوسف حسن صاحب (کوٹھی ٹلہ) کا عقد نکاح ۵ مارچ سنہ ۴۳ء دوشنبہ کو بمقام سندیلہ منشی محمد رضا صاحب واصلی بی اے کی صاحبزادی کے ساتھ ہوا۔ تقریب رخصتی عروس آئندہ سال عمل میں آئے گی سنا گیا ہے۔

ولادت:۔ مولوی یقین الدین علوی کے گھر میں ۲۳ مارچ سنہ ۴۳ء بروز شنبہ بعد دوپہر لڑکی تولد ہوئی۔ زچہ و بچی بخیریت ہیں۔

محفل میلاد:۔ ۱۴ مارچ (اتوار) بوقت ۸ بجے صبح سید احتشام علی صاحب ایڈوکیٹ کے یہاں بمقام دلی نگر محفل میلاد حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم منعقد ہوئی۔ مولانا صبغت اللہ صاحب شہید انصاری (فرنگی محلی) نے بیان فرمایا۔ مولانا ممدوح کا بیان بہت جامع اور پُر از معلومات تھا۔ حاضرین بہت متاثر ہوئے۔ مجمع کثیر تھا۔ حاضرین کو بوندیوں کی ہانڈیاں تبرک میں تقسیم کی گئیں۔

گذارش

اُن معاونین سے جن کا چندہ سال رواں ابھی تک وصول نہیں ہوا ہے گذارش ہے کہ بواپسی ڈاک چندہ اخبار بذریعہ منی آرڈر روانہ فرما کر مشکور فرمائیں۔ ۳۰ اپریل سنہ ۴۳ء کو سال ختم ہو رہا ہے حسابات بند ہوں گے۔ بقایا کی فہرست میں معاونین کا نام درج کرنا نہ پڑے۔

منیجر کاکوری اخبار۔

وطن کی خبریں

نوٹ:۔ اعزہ احباب اور جملہ اہل وطن سے جو باہر ہیں خواہ وطن میں گذارش ہے کہ اپنے یہاں کی قابل اندراج خبریں اور اطلاعات دفتر میں روانہ فرما کر مشکور کرتے رہیں۔ (ایڈیٹر)

موسم:۔ موسم تقریباً بالکل بدل گیا تھا. دن میں کافی گرمی ہونے لگی تھی لیکن اکثر ایام میں بارش ہونے اور دو تین بار اولے گرنے سے سردی پھر چمک گئی ہے۔ چنانچہ ۱۹ مارچ کو ۹ بجے شب کے وقت بیان خاصی مقدار میں زور کے پانی کے ساتھ ژالہ باری ہوئی فصل ربیع اور فصل ابنہ کو کافی نقصان ہونا بیان کیا جاتا ہے۔ سردی کا اثر ابھی ہے دن کو موٹی اچکن پہننے کی ضرورت ہوتی ہے اور شب کو کمرہ یا دالانوں میں بھاری رضائی کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔

آب و ہوا:۔ چیچک کی شکایت عام طور پر سُنی جاتی ہے۔ بچوں کے علاوہ بعض بوڑھوں کے بھی چیچک نکلنے کا حال معلوم ہوا ہے اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور اپنا فضل رکھے۔

ولادت:۔ (۱) خان صاحب سید معراج رسول کی تحریر سے معلوم ہوا کہ ۸ مارچ سنہ ۴۳ء کو بمقام حیدرآباد مولوی غازی الدین احمد علوی سٹی مجسٹریٹ کے یہاں فرزند تولد ہوا۔ زچہ و بچہ بخیریت ہیں۔

(۲) الہ آباد سے ایک صاحب نے اطلاع دی ہے کہ منشی احمد مجتبیٰ علوی (گدھی) کے گھر میں بمقام الہ آباد لڑکا ۱۰ فروری سنہ ۴۳ء کو پیدا ہوا تھا۔ لفضلہ سب خیریت ہے۔

(۳) گذشتہ عشرہ میں خان صاحب مولوی ضیاء الحسن علوی ایم اے کے گھر میں بمقام الہ آباد فرزند تولد ہونے کی اطلاع موصول ہوئی ہے مولود کا نام حسان بن ضیاء رکھا گیا ہے۔ بچہ اور ماں بعافیت ہیں۔

کامیابی امتحان:۔ یہ سن کر خوشی ہوئی کہ خان صاحب سید معراج رسول کے صاحبزادے سالانہ امتحان میں کامیاب ہو گئے۔ سید اشفاق رسول سینئر کیمبرج اور سید اخلاق رسول جونیئر کیمبرج کے امتحانات میں کامیاب ہوئے ہیں۔

تقریب عقد:۔ سُنا گیا ہے کہ منشی یونس حسن علوی ایم اے (بقیہ کالم اول میں)

ہولی کا تہوار :- ۲۴ر مارچ ۱۹۴۰ء کو ہندوؤں نے اپنا تہوار (ہولی) منایا۔ ۲۳ر و ۲۴ر مارچ کی درمیانی شب میں ۱۰ و ۱۲ بجے کے درمیان ہولی جلائی گئی اور دوسرے دن سہ پہر تک دہولنڈی یعنی خوب رنگ بازی ہوئی، مختلف ٹولیاں گاتی بجاتی رنگ کھیلتی راستوں اور سڑکوں سے گذریں۔ سہ پہر کے بعد سے رات گئے تک عوام و خواص صاف ستھرے اور زرق برق لباسوں میں ملبوس ہو کر اعزہ اور احباب سے ملنے آتے جاتے رہے۔ اور رات کو عوام میں خوب گانا بجانا ہوا نہایت خوشی و انبساط سے ہولی کا تہوار قصبہ میں منایا گیا۔ اور ہولی کا تہوار بخیر و خوبی گذرا۔

معاودت وطن :- (۱) سُنا گیا ہے کہ مولوی فضل الدین خلف مولوی افضال الدین مرحوم جالنہ (دکن) سے آجکل وطن آئے ہوئے ہیں اور اپنے بچاز اد بھائی مولوی سید مقبول الدین صاحب کے ہمراہ مقیم ہیں۔

(۲) منشی مشیر احمد علوی القادری ناظر بی۔ اے، ۲۳ر مارچ کو لکھنؤ ریڈیو اسٹیشن سے اپنی تقریر "نیازمندیم اور اسلام" نشر کرنے کے لیے الہ آباد سے آئے تھے اور دوسرے دن عرصہ کے بعد کاکوری بھی آئے تھے ایک شبانہ روز یہاں قیام رہا۔

صحت و تندرستی :- (۱) بیوہ منشی کرامت حسین مرحوم کی آنکھیں گذشتہ عشرہ میں بمقام لکھنؤ قدح ہوئی تھیں۔ سُنا گیا ہے کہ آنکھیں اچھی قدح ہوئی ہیں۔ پٹی کھولی جا چکی ہے۔ ابھی سرخی باقی ہے۔

(۲) اہلیہ جناب حاجی مولوی انوار الحسن صاحب کے پیر اور کولہے کی تکلیف بتدریج کم ہو رہی ہے۔ ابھی نشست و برخاست میں زحمت ہوتی ہے۔ خارجی دواؤں کے استعمال کے ساتھ کئی دن سے ہومیوپیتھک گولیاں بھی کھلائی جا رہی ہے۔

علالتیں :- (۱) معلوم ہوا ہے کہ اہلیہ منشی مشیر احمد علوی بی۔ اے (بائی) الہ آباد سے شدید علیل ہو کر لکھنؤ آئی ہیں استفراغ کا دورہ پڑا اور بخار شدید آیا تھا غشی بھی طاری ہو گئی تھی۔ کمزوری و نقاہت بہت بڑھ گئی ہے۔ دریافت ہوا ہے کہ بخار اب نہیں ہے۔ اور متلی بھی نہیں ہوتی۔ ڈاکٹری علاج ترک کر کے یونانی علاج شروع کیا گیا ہے۔

(۲) جناب مولانا شاہ نقی حیدر صاحب قلندر کی سابقہ شکایات پیٹ کا درد۔ کمی اشتہا اور خشکی نفر بدستور ہیں۔ اس طرف اسہال کی بھی شکایات ہو گئی تھی۔ ضعف اور بھی بڑھ گیا ہے۔ کھانسی کی وجہ سے شب کو نیند بھی کم آتی ہے۔

(۳) مولوی ضیاء الدین حیدر صاحب کے ورم جگر میں بہت کمی معلوم ہوتی ہے اور اب ڈاکٹر صاحب نے غذا میں بھی کچھ اضافہ کیا ہے۔ ہنوز کمزوری و نقاہت کافی ہے۔

متفرقات :- (۱) مولوی ساجد علی سالار ادارہ تحریک خاکساران اطلاع دیتے ہیں کہ ۱۶ر مارچ ۱۹۴۰ء کو بحکم سالار اعلیٰ بمقام چوراہا بستی رام کنڈہ عام مجمع میں حسب ذیل خاکساروں کو دُرّوں کی سزا دی گئی۔ ۱۸ باوردی اور ۲۰ بلا وردی خاکساران کے علاوہ کافی تعداد میں پبلک بھی موجود تھی :-

مرزا محمد سکندر بیگ قدر (سالار اعلیٰ قصبہ کاکوری) چار دُرّے۔ (ایک وقت کی نماز قضا کی تھی) سردار خاں۔ تین دُرّے (بد اخلاقی کی) مولوی ساجد علی (سالار ادارہ) ایک دُرّہ۔ (سالار اعلیٰ کی تعمیل حکم میں کوتاہی کی)

(۲) یہ سنکر خوشی ہوئی کہ محمد خلیل خاں (متعلم) کو تقریری مقابلہ میں جو بمقام کانپور کمشنری الہ آباد کے مدارس کے طلبہ کا ہوا تھا کامیاب اور بہتر تقریر پر تمغہ انعام ملا ہے۔

(۳) معلوم ہوا کہ اردو مڈل کے امتحان میں کاکوری فائنل اسکول سے بارہ طلبہ اس سال شرکت کے لیے لکھنؤ گئے تھے۔

(۴) قاضی انتظار علی خاں صاحب عباسی بی۔ اے، قاضی راشد علی خاں صاحب عباسی بی۔ اے۔ حاجی محمد حسن صاحب علوی۔ قاضی زاہد علی عباسی، حافظ محمد حسین علوی شمس اور بیگم قاضی راشد علیخان آل انڈیا مسلم لیگ کے سیشن لاہور میں شرکت اور لاہور و امرتسر کی سیر و تفریح میں کئی دن صرف کر کے ۲۹ر مارچ ۱۹۴۰ء کو واپس بخیریت آ گئے۔ جن کی زبانی لاہور مسلم لیگ سیشن کے مفصل حالات معلوم ہوئے۔

یونائیٹڈ انڈیا پریس لکھنؤ میں باہتمام سید توسل حسین پرنٹر طبع ہو کر دفتر کاکوری اخبار مولوی محلہ (لال مٹی) کاکوری سے سید محمد مشیر الدین نے شائع کیا۔